

رسائل وسائل

بیرون ملک ملازمت یا شہریت: چند سوالات

سوال: آج کل خیجی ممالک اور پاکستان سے بہت سے لوگ آسٹریلیا اور کینیڈا کی شہریت حاصل کرنے کے لیے نقل مکانی کر رہے ہیں۔ ان میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتے ہیں۔ نقل مکانی کی بنیادی وجہ روزگار کے بہتر موقع، تعلیم اور صحت کی بہتر سہولتیں ہیں۔ اس ضمن میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں:

۱- پاکستان یا سعودی عرب سے آسٹریلیا یا کینیڈا کی شہریت حاصل کرنے کے لیے جانا اسلامی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟ کیا یہ دارالاسلام سے دارالکفر کی طرف جانا ہے؟ شرعی اعتبار سے اس نقل مکانی کی کیا حیثیت ہے؟

۲- کوئی شخص جو آسٹریلیا یا کینیڈا کی شہریت حاصل کرنا چاہتا ہے، اُس کا مقصد وہ سب دنیاوی فوائد حاصل کرنا ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اُس کے دل میں یہ مضموم ارادہ ہے کہ وہ وہاں جا کر غیر مسلم معاشرے میں دعوت دین کا کام بھی کرے گا، تو کیا اُسے وہاں جانا چاہیے؟

۳- کیا ان ممالک میں جا کر رہائش اختیار کر لیما، یا اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجا تحریکِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے مناسب ہے یا نہیں؟

۴- ایسی انٹریشنل کمپنیوں میں جو یہودیوں اور عیسائیوں کی ہیں، ملازمت کرنا کیسا ہے؟

جواب: رزق حلال کی حلاش میں ملک کے اندر یا ملک سے باہر جا کر ملازمت کرنا میری ناقص معلومات کی حد تک نہ کبھی حرام تھا نہ حرام ہونا چاہیے، لیکن جو سال آپ نے اٹھائے ہیں وہ

اس لحاظ سے اہم ہیں کہ دارالاسلام اور دارالکفر کے سیاق میں ایک ایسے مسلمان کے لیے جو تمہیک اسلامی سے وابستہ ہو، کیا یہ عمل عزیزیت کا ہوگا؟ پہلے تو یہ بات واضح ہوئی چاہیے کہ کیا دارالکفر سے ہر قسم کا معاشری تعلق حرام ہے یا دو رخلافتِ راشدہ میں غیر مسلم علاقوں میں مسلمان تاجر جاتے تھے، قیام کرتے تھے اور اپنا سامان فروخت کرتے اور وہاں کا سامان لا کر دارالاسلام میں تجارت کے لیے استعمال کرتے تھے؟

تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مسلمانوں کے تجارتی تعلقات دنیا کے بہت سے مقامات پر تھے۔ جزو از مالدیپ جہاں سے مسلمان عورتوں اور یتیم بچوں کی واپسی کے موقع پر سندھ کے فرمان روائی کی زیادتی اس خطے میں باقاعدہ اسلام کی آمد کا سبب نبی، وہاں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ دارالکفر میں یہ تاجر عرصے تک مقیم رہے حتیٰ کہ وہیں پران کا انتقال ہوا۔ گویا کسی حکم صریح کی عدم موجودگی میں ایسے عمل کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یہ بات بھی علم میں رہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی حکمت کی بنابریہ فیصلہ کیا تھا کہ کوئی مسلمان دیوار غیر میں آٹھ سال سے زیادہ نہ رہے، کیونکہ زیادہ عرصہ قیام کے نتیجے میں وہ یا اس کی اولاد وہاں کے غیر مسلم معاشرے سے متاثر ہو سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ لازمی طور پر دینی حکمت پر بنتی تھا لیکن اگر ایک شخص نے غیر مسلم ممالک میں اپنے اور اپنی اولاد کے لیے اخلاقی تعلیم کا صحیح بندوبست کر لیا ہو، اور وہ اپنا وقت دین کی دعوت میں صرف کر رہا ہو تو ایسا کرنا دین کی حکمت کے میں مطابق ہو گا۔ اصل مسئلہ لفظی بحث کا نہیں ہے۔ اگر ایک تحریر کی یا غیر تحریر کی شخص ملازمت کے لیے جارہا ہے یا شخص دعوت دین کے لیے، دونوں مقاصد ایک ساتھ اختیار کیے جاسکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہے نیت کا علم سب سے زیادہ ہے اس کی نیت کی بنابری سے اعلیٰ اجر سے نواز سکتا ہے۔ ہاں، اگر انتخاب کا معاملہ ہو کہ ایک طرف پاکستان میں یا کسی مسلم ملک میں ملازمت موجود ہے مگر تنخواہ کم ہے، جب کہ غیر مسلم ملک میں ملازمت میں زیادہ تنخواہ مل رہی ہے لیکن نہ وہاں بچوں کی صحیح تربیت ہو گی نہ دعوت دین کا موقع ملے گا تو لازماً کم تنخواہ پر پاکستان یا کسی دیگر مسلم ملک میں ملازمت کرنا ہی زیادہ مناسب ہو گا۔ اگر یہ بات تحقیق سے معلوم ہو کہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی براؤ راست مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کام کر رہی ہے، مثلاً وہ اسرائیل کو امداد دیتی ہے تو ایسے ادارے میں کام کرنے سے

لازماً بچنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی ملٹی نیشنل ادارے میں یہودی یا عیسائی کام کر رہے ہوں تو محض اس بنا پر اس کی ملازمت اختیار نہ کرنے کی کوئی دلیل بظاہر نظر نہیں آتی۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر ہم پاکستان یا کسی مسلم ملک میں اقامت پذیر ہوں لیکن بچوں کی تربیت کی طرف سے لاپروا ہوں اور یہ قیاس کر لیں کہ چونکہ بچے پاکستان یا کسی اور مسلم ملک میں ہیں تو خود بخود ان کی تربیت اچھی ہو جائے گی، یہ محض خوش گمانی کی بات ہے۔ بچوں کی تربیت ایک انتہائی اہم اور مشکل کام ہے۔ اگر ایک شخص کی نگاہ میں اس کی صحیح اہمیت ہو تو وہ جہاں بھی ہو بچوں کی تربیت کر سکتا ہے۔

جہاں تک دارالاسلام اور دارالکفر میں انتخاب کا سوال ہے، اس میں دو آرائیں ہو سکتیں کہ دارالاسلام کو چھوڑ کر دارالکفر میں جانے کو کسی بھی طرح مطلوب و مرغوب نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اگر ایک شخص معین عرصے کے لیے دعوتی مقاصد کے پیش نظر دارالکفر جاتا ہے تو ایسا کرنا دین کے کسی اصول سے نہیں مکرا تا۔ تاہم، مستقل طور پر دارالاسلام کو ترک کر کے دارالکفر ہجرت کرنا شریعت کے منانی ہو گا۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بعض صورتوں میں دارالکفر اور دارالاسلام کے حوالے سے حقیقت واقع کی حیثیت قابل غور بھی ہو سکتی ہے، مثلاً ایک خاندان تعلیم یا روزی کی تلاش میں غیر مسلم اکثریتی علاقے میں گیا اور وہاں پران کی اولاد پیدا ہوئی جس نے دینی تعلیم پائی اور شادی بیاہ کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ قائم کیا، تو کیا ایسے افراد کا ایک غیر اسلامی ملک میں قیام دارالکفر میں قیام کہلانے گا، جب کہ یہ افراد اُس غیر مسلم معاشرے میں شعوری طور پر اسلامی تعلیمات کے فروغ اور خودا پنے گھر میں اسلامی ماحدوں پیدا کرنے کی کوشش میں لگے ہوں۔

یہ پہلو بھی غور طلب ہے کہ آج جب خود مسلم ممالک میں ان کی دستوری حیثیت سے قطع نظر وہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دارالکفر کے حوالے سے فقہی کتب میں ملتی ہیں، تو دونوں کے درمیان محض اصولی فرق کی بنا پر ایک ہی حکم ہو گا یا تبدیلی حالت کی بنا پر حکم کی نوعیت میں فرق پڑے گا۔ میرے خیال میں ان معاملات پر مزید غور و فکر کی ضرورت ہے اور اس طرح کے معاملات میں محض سیاہ یا سفید پر حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ دین کے مطالبات و مقاصد کے پیش نظر بہت سے تحریکی

اور غیر تحریکی مسلم داعیانِ دین کو ایسے مقامات پر جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں یا بالکل نہ پائے جاتے ہوں دعوتی نقطہ نظر سے جا کر منصر یا طویل قیام کر کے دین کی دعوت کو دارالکفر میں متعارف کرانا ہو گا۔

اگر اسلام ایک علاقائی دین ہوتا تو اسے ایک ایسے خطے میں محدود و مقید رہنا چاہیے تھا جہاں اسے دارالامن اور دارالاسلام میسر ہوتا۔ لیکن اس ترجیح کے باوجود کہ ایک فرد اور اس کا خاندان اسلامی ماحول میں رہے، دعوتی ضرورت اور دینی تقاضے کے پیش نظر بہت سے افراد کو غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں جا کر دعوتی دین کا کام کرنے کے لیے قیام کرنا ہو گا۔ جیسا کہ آغاز میں عرض کیا گیا اس کا بڑا انحراف نیت، سمجھی اور کوشش پر ہے اور اس اندازے پر ہے کہ ایک شخص دارالکفر میں رہتے ہوئے خود دین پر کتنی آزادی کے ساتھ عمل کر سکتا ہے اور اس کے سامنے منصوبہ عمل کیا ہے۔

تو سبیع دعوت کے لیے مالک غیر میں جا کر اپنے قول و عمل سے دین کی دعوت دینا ایک فریضہ ہے، اور یہ اسی طرح فرض ہے جیسا کہ خود ایک مسلم ملک میں جہاں دستوری طور پر تو اسلام حاکم ہو لیکن عملًا وہ دارالکفر کی طرح معاشری، سیاسی اور معاشرتی معاملات میں غیر اسلامی تعلیمات پر عمل کر رہا ہو۔ ایسے مسلمان ملک میں بھی تو سبیع دعوت کے لیے جدوجہد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ گویا دعوتی نقطہ نظر سے واضح اہداف کے ساتھ کسی ملک میں جانا اور اپنی تمام صلاحیتیں بروے کار لاتے ہوئے، دعوتی دین کے ساتھ ساتھ حصولی رزق کی کوشش کرنا بھی دین کے مطالبات سے مطابقت رکھتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہیں جو اس مقصد کے لیے اپنی زندگی کے لمحات کو اس کام میں لگائیں۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ) ..